موجودہ تعلیمی نصاب میں انسانی اقدار کی تلاش اور اردو

ڈاکٹر عرشی خاتون

منگل بازار، کٹیہار، بہار

اکیسویں صدی کا یہ دور سائنس اور مواصلاتی نظام کی ترقی کا دور ہے۔ آج کمپیوٹر، موبائل فون اور انٹرنیٹ کے بغیر زندگی کا تصور ممکن نہیں۔ ان چیزوں نے انسانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کردیا ہے اور پوری دنیا اس کی مٹھی میں سمٹ آئی ہے۔ تکنیکی اور سائنسی سطح پر انسان نے بہت ترقی کرلی ہے اور نئی نئی ایجادات نے اس کی زندگی کو آسان بنادیا ہے۔

اتنی ترقی کے بعد بھی آج پوری دنیا ذہنی انتشار میں مبتلا اور قلبی سکون سے محروم ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ دہشت گردی اور فرقہ واریت کے وہ کالے بادل ہیں جو انسانی برادری پر چھائے ہوئے ہیں اور اس دنیا کا ہر انسان گویا یہی کہہ رہا ہے:

ہر بات میں تیغِ خوں چکا ہے یارب
ہر پاؤں میں زنجیر گراں ہے یارب
مذہب کی برادری سے دل تنگ ہوں میں
انسان کی برادری کہاں ہے یارب

(جوش ملیح آبادی)

اس شورش زدہ ماحول میں یہ بہت ضروری ہے کہ ہم آنے والے کل کو سنوارنے کے لیے آج ہی سے کوشش کریں۔ آنے والے کل کی ذمے داری ہمارے بچوں پر ہوتی ہے اور مستقبل کا سارا دارومدار ان کے نازک کندھوں پر لدے ہوئے بستے میں بند کتابوں کے اندر۔ اس لیے یہ بہت اہم ہے کہ ان کے نصاب کو ہم نہ صرف دلچسپ اور رنگین بنائیں بلکہ انہیں سبق آموز اور اخلاقی کہانیوں سے آراستہ کریں۔ انسان دوستی اور بھائی چارگی کے سبق یاد کرائیں جس سے ان کی صحیح تربیت بھی ہوسکے۔ دنیا کی تمام مذہبی کتابیں انسان دوستی اور بھائی چارگی کا سبق دیتی ہیں، لیکن اس کے باوجود کیا وجہ ہے کہ آج دنیا میں انسانی زندگی کی حیثیت ثانوی ہوگئی ہے؟ اور ہمارے بچے روحانی اور قلبی سکون کے بدلے مادی طاقتوں کی جھوٹی دنیا میں کھوتے جا رہے ہیں۔ مادیت پرستی اس قدر ان پر حاوی ہوگئی ہے کہ دولت زمانہ حاصل کرنے کے لیے وہ اپنے پیدا کرنے والے ماں باپ کو بھی بوجھ سمجھنے لگے ہیں۔ اور تو اور وہ انھیں اپنے ساتھ رکھنے میں ذہنی الجھن محسوس کرتے ہیں اس لیے انھوں نے ایک نیا فیشن شروع کیا ہے۔ اولڈ ایج ہوم کا۔ یہ ایک ایسا تصور ہے جو دنیا سے عظیم رشتے ناطے کی محبت اور شفقت کو ختم کیے دے رہا

ہے۔ آخر یہ کس تعلیم کا نتیجہ ہے کہ جن کے سایے میں رہ کر قلبی سکون میسر ہونا چاہیے آج وہ انھیں بوجھ تصور کر رہے ہیں۔ اکبر الہٰ آبادی نے تو اُس زمانے میں بھی ہندوستانی تعلیمی نصاب سے کچھ یوں اپنی ناراضگی ظاہر کی تھی:

ہم ایسی کل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

ایک اور بات جو فکر انگیز ہے وہ یہ کہ نئی نسل کے ذہن کے اندر نہ جانے کہاں سے بدامنی اور فرقہ پرستی کا زہر گھل گیا ہے۔ سوشل میڈیا پر آجکل ہر وقت بس یہی چرچے رہتے ہیں یہ میرا ملک، یہ تمھارا ملک۔ ہمارے بچے ایک ہی اسکول سے پاس آؤٹ ہونے کے باوجود ملک وقوم کی فلاح و بہبود کو لے کر منفرد خیالات کے حامل ہو رہے ہیں۔ وہ اس قدر ذہنی انتشار کے شکار ہو گئے ہیں کہ شاید بھول گئے ہیں کہ ہمارا ملک ایک سیکولر ملک ہے اور یہاں ہر فرد کو ساتھ چلنا ہے چاہے وہ کسی بھی فرقہ، برادری سے تعلق رکھتا ہو۔ یہ واقعی تشویش ناک بات ہے کہ فیس بک، ٹیوٹر بھی ایک اکھاڑہ بن گیا ہے اور اس بازیچۂ اطفال میں شب روز ایسا تماشہ ہوتا رہتا ہے جس کا کچھ حاصل نہیں، لیکن حل تو ضرور کچھ ہوگا؟

ہمارا ملک ہندوستان صوفی سنتوں کا ملک ہے۔ یہاں کبیر، رحیم، نانک، چشتی سب نے انسانی محبت اور بھائی چارگی کے گیت گائے ہیں۔ ٹیگور، گاندھی، سرسید جیسے مفکر نے مشکل وقت میں کیسے ساتھ چلنا چاہیے اس کا درس دیا ہے۔ اس مشکل دور سے نکلنے کے لیے انہی عظیم لوگوں کے کردار اور پیغامات کو مشعلِ راہ بنانے کی ضرورت ہے، لیکن افسوس ملک کے یہ عظیم رہنما بھی آج فرقہ پرستی کے شکار ہو رہے ہیں۔

ہمارے بچوں کو ان منفی خیالات سے باہر نکالنے کے لیے ایک قدم کارگر ہوسکتا ہے اور وہ ہے ہندوستان کے مشترکہ ثقافتی ورثہ کی اہمیت وافادیت کی جانکاری۔ ماہرینِ تعلیم نے بچوں کی تربیت کے لیے تہذیبی وثقافتی علم کو ضروری قرار دیا ہے اور کسی بھی ملک کی تہذیب و ثقافت کی جانکاری اس کی ادبی کتابوں سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہمارا ملک ہندوستان کئی مذاہب کا ملک ہے اور یہاں ہر قوم وملت کی اپنی اپنی تہذیبیں ہیں جو معتبر ہیں، لیکن یہاں ایک ایسی مشترکہ تہذیب بھی ہے جو ہر دل عزیز ہے۔ وہ ہے گنگا جمنی تہذیب۔ یہ تہذیب آریہ، ایران، عرب اور ہندوستان کی مقامی تہذیب کے اشتراک سے وجود میں آئی ہے اور اس تہذیب کی عکاسی اردو زبان و ادب میں بہت اچھے ڈھنگ سے کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ تو ماہرینِ تعلیم کا کام ہے، لیکن ایک ہندوستانی اور ادب کی طالبہ کی حیثیت سے میری یہ ناقص رائے ہے کہ پرائمری سطح پر زبان وادب کے حوالے سے ایک موضوع اردو کو بھی لازمی طور پر شاملِ نصاب کریں اور وہ بھی ملک کے تمام بچوں کے لیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اردو ہی کیوں؟

پہلی بات تو یہ کہ اردو خالص ہندوستانی زبان ہے

اور ہندوستان کا عظیم ثقافتی ورثہ اس زبان میں لکھی کتابوں میں موجود ہے۔ اس زبان کی بنیاد ہی انسانی اقدار کے تحفظ اور اخلاقیات پر ہے۔ چاہے وہ صوفیاء کرام کے ملفوظات ہوں یا کلاسیکی دور کی شاعری، یہ ادبی سرمایہ ہمیں زندگی بسر کرنے کا آئیڈیل راستہ دکھاتا ہے۔ جس میں اخلاقیات اور اسلاف کے کردار وعمل اور انسانی ہمدردی کے اسباق شامل ہیں۔

میں یہ بات دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ ہندوستان کا ہر فرد اس زبان کو بولتا ہے اور سمجھتا ہے بس پڑھ لکھ نہیں سکتا۔ اس کی وجہ رسم الخط سے ناواقفیت ہے۔ تو کیوں نہ اس زبان کے رسم الخط کو ملک کے تمام بچوں میں عام کیا جائے۔ کیوں کہ:

آج بھی پریم کے اور کرشن کے افسانے ہیں
آج بھی وقت کی جمہوری زباں ہے اردو
آج بھی ملک کی عظمت کے ہیں نغمے اس میں
آج بھی قوم کی حُرمت کا بیاں ہے اُردو

لیکن اصل حالات سے ہم چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ آج اردو زبان تعصب کی شکار ہے۔ یہ جس ملک میں پیدا ہوئی پروان چڑھی وہیں کے لوگ اسے غیر ملکی زبان قرار دینے پر آمادہ ہیں۔ اگر یہ غیر ملکی زبان ہے تو کیوں اسے گجری، دکنی، ہندوستانی اور ریختہ کا نام دیا گیا؟ اردو نام سے تو یہ بہت بعد میں جانی گئی۔

بہرحال اردو زبان وادب کو ترقی وترویج دینے کی بات تو یہاں ہو نہیں رہی ہے۔ موضوع یہاں موجودہ تعلیمی نصاب میں انسانی اقدار کی تلاش اور اردو ہے۔ اس ضمن میں ایک چھوٹی سی مثال پیش کروں گی۔

J.K.Rolling برٹن کی مشہور ناول نگار ہیں۔ ان کی تخلیق Harry Potter Series جو کئی جلدوں میں ہے مشہور زمانہ کتاب ہے۔ خیر وشر اور سحر وساحری اس کتاب کا بنیادی عنصر ہے۔ یہ کتاب ہندوستان میں بھی کافی مقبول ہوئی خاص کر بچوں کے درمیان۔ اب یہاں پر میرا مقصد J.K.Rolling اور ان کی تصنیفات کے متعلق بات کرنا نہیں، بلکہ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل ۱۸۸۳ء میں نول کشور پریس، لکھنؤ نے ”داستان امیر حمزہ“ (طویل) کی چھیالیس جلدیں مختلف داستان نویسوں سے لکھوا کر شائع کروائیں۔ جو اس زمانے میں مقبول خاص وعام ہوئی۔ اس داستان کی ایک کڑی داستان ”طلسم ہوش ربا“ ہے جو دس جلدوں میں ہے۔ یہ داستان میں نے پڑھی ہے۔ ”طلسم ہوش ربا“ کی بہت ساری باتیں J.K.Rolling کی Harry Potter Series سے مماثلت رکھتی ہیں۔ مثلاً لوحِ طلسم اور طلسم کشا کے متعلق بیانات اور سامانِ سحر وساحری وغیرہ۔ بلکہ ”طلسم ہوش ربا“ میں زیادہ دلچسپ انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہمارے بچے فنطاسی کہانیوں کا مزہ J.K.Rolling کی Harry Potter Series پڑھ کر لے رہے ہیں اور ان کے کردار Harry,Ron کو اپنا ہیرو تصور کرتے ہیں اور وہ امیر حمزہ

جیسے بااخلاق کردار سے ناواقف ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟

دراصل یہ ایک مٹتی ہوئی تہذیب کی دستک ہے جو ایک زبان کے ساتھ ہوئے متعصّبانہ سلوک کی وجہ سے خطرے میں ہے اور ہم نوحہ خواں بھی نہیں کیوں کہ ہم کیا کھو رہے ہیں اس کا ہمیں احساس بھی نہیں۔ اس کی وجہ اپنے ادبی سرمایہ سے ناواقفیت ہے۔ ہم نے کلاسیکی اردو ادب کو ماضی کی چیزیں کہہ کر ایک کنارے کر دیا ہے اور مغرب کی چیزوں کو گلے لگا رہے ہیں۔ داستانیں تو خیر تضیع اوقات کا سامان ہی قرار دی گئی ہیں۔ یہی چشم پوشی اور یک طرفہ نظریہ ہمیں اپنی کارآمد اور دلچسپ چیزوں سے دور کر رہا ہے۔ ہم صرف ایک ہی بات کہتے ہیں کہ داستانیں طویل ہوتی ہیں اور ساتھ ہی مافوق الفطری عناصر کی تحیّر خیزی اسے حقیقی دنیا سے کوسوں دور لے جاتی ہے، لیکن ہمارے ہندوستانی بچے آج مغربی ادب سے خوب لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ حالاں کہ انگریزی ان کی زبان بھی نہیں پھر بھی Harry Potter Series ہندوستان میں خوب بکیں اور پڑھی گئیں۔

آخر میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اپنے بچوں میں سماجی یا انسانی رشتوں کا درس دینے کے لیے ہم مغرب کی تقلید کیے بغیر بھی ان کے لیے اردو ادب کے ذخیرے سے سبق آموز چیزیں اخذ کر کے ان کی تربیت کر سکتے ہیں۔ اس لیے بغیر کسی لسانی جھگڑے کے اردو ادب کے کلاسیکی سرمایہ سے اپنی آنے والی نسل کو روشناس کرائیں اور ہمارے پاس کلاسیکی ادب کا جو سرمایہ ہے اس کا ازسرنو جائزہ لے کر مرتب کریں اور ان میں موجود اخلاقی اور سبق آموز باتیں بچوں کے ادب میں شامل کریں اور آنے والی نسل کو ہندوستان کی عظیم مشترکہ گنگا جمنی تہذیب سے واقف کرائیں۔ اردو رسم الخط کو عام کریں۔ اردو پڑھیں اور پڑھائیں۔

○○

اس شمارے کے قلمکار غور فرمائیں

پاس بک پر درج نام، اکاؤنٹ نمبر، آئی ایف ایس سی کوڈ، برانچ کوڈ، موبائل نمبر فوراً روانہ کریں۔ معاوضہ براہِ راست بینک میں جائے گا۔ ہر تحریر کے ساتھ درج بالا تفصیلات روانہ کرنے کی زحمت فرمائیں۔ یا کراس چیک یا اس کی صاف فوٹو کاپی روانہ فرمائیں۔

(ادارہ)